تنزیل و تاویل

بحث برزخ

از جناب مولنا اسلم جیراج پوری

میرے مضمون برزخ کے متعلق آپ نے جو کچھ ترجمان القرآن ماہ ذی الحجہ ۵۳ھ میں لکھا ہے وہ انھیں صداوں کی بازگشت ہے جو معارف میں میرے جامعہ والے مضمون کے جواب میں اٹھائی گئی تھیں۔ آپ نے جتنی باتیں لکھی ہیں ان سب کی غلطی واضح کرنے میں طوالت ہوگی اس لیے میں نے ان میں سے چند اصولی باتیں چن لی ہیں جن کا قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہونا ثابت کر دیتا ہوں ان سے آپ کے سارے مضمون کا جواب ہوجائے گا۔ اور اسی ضمن میں ان لوگوں کی غلطیاں بھی ظاہر ہوجائیں گی جنہوں نے معارف میں جوابات لکھے تھے اور اہل نظر کے سامنے سے وُہ غبار جو تقلیدی خیالات کا اڑایا گیا ہے، دور ہوجائے گا۔ اور قرآن کریم کی واضح تعلیمات میں کوئی حجاب حائل نہ رہے گا۔[1] انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۔ برزخ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے آپ صفحہ ۳۲۳ میں لکھتے ہیں کہ۔

اگر یہ (برزخ) آڑ ہے تو میت اور دنیا کے درمیان آڑ ہے یا میت اور قیامت کے درمیان ہے۔ خدا اور بندے کے درمیان ہرگز نہیں قرآن مجید میں کوئی اشارہ ایسا نہیں ملتا جس سے یہ مفہوم نکلتا ہو کہ برزخ میں مردے

[1] ہم نے مولنا کی تمام قابل جواب باتوں پر نمبر لگا دیے ہیں اور آخر میں ہر نمبر کا جواب لکھدیا ہے۔ ناظرین ہر نشان زدہ فقرے کا جواب بھی ساتھ ساتھ پڑھتے جائیں۔

اپنے رب کی حضوری سے آڑ میں رکھے جاتے ہیں۔ یہ محض ایک بے بنیاد قیاس ہے "

اس عبارت میں آپ کا پہلا فقرہ یعنی " آڑ ہے تو میت اور دنیا کے درمیان آڑ ہے" بالکل قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن نے تو تصریح کردی ہے کہ " مِنْ وَّرَآءِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (ان کے آگے برزخ ہے اٹھائے جانے کے دن تک) اس میں برزخ کے دونوں حدود متعین کر دیے گئے ہیں۔ کہ وہ مرنے والے کی موت سے لیکر حشر تک ہے نہ کہ میت اور دنیا کے درمیان (۱)۔ بے شک دوسرا فقرہ آپ کا صحیح ہے کہ وہ میت اور قیامت کے درمیان آڑ ہے۔ اسی قیامت کو میں نے رب کی حضوری سے تعبیر کیا ہے۔ اور قرآن سے اس کی دلیل بھی لکھدی ہے کہ۔

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (۳۶/۵۳) بس ایک شور ہوگا اور وہ سب کے سب ہمارے پاس حاضر کردیے جائیں گے۔

اس آیت بالا میں قیامت ہی کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ قیامت کسی دوسرے کے پاس حاضری کا نام ہے؟ قرآن میں اس کی اسقدر تصریحیں ہیں جن کا شمار کرنا مشکل ہے مثلاً۔ ثُمَّ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ۔ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وغیرہ۔ اس لیے یہ بے بنیاد قیاس نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ کا گمان ہے بلکہ قرآن کی تعلیم کی ہوئی نفس الامری حقیقت ہے (۲)۔ شہدا جان دینے کے ساتھ ہی " عِنْدَ رَبِّهِمْ " پہنچ جاتے ہیں۔ (۳)۔ اور دوسرے لوگ آڑ میں رکھے جاتے ہیں۔ وہ قیامت کے دن رب کی حضوری میں لائے جائینگے۔

۲۔ صفحہ ۴۴۱ میں قبل از حیات دنیا انسانوں کے زندہ ہونے کا ثبوت دینے کے لیے آپ نے عہد الست والی آیت نقل کی ہے جس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب روحیں جسموں میں پھونکی نہ گئی تھیں اور جب کہ

موت ان پر طاری تھی اس وقت بھی وہ اس معنی میں مردہ نہ تھیں کہ ان میں
سماعت اور گویائی اور علم وشعور نہ تھا حق تعالیٰ نے ان سے جو سوال کیا اسکو
انھوں نے سنا۔ اس کا جواب دیا اور جواب علم کی بنیاد پر دیا۔"

آپ کا یہ عجیب وغریب دعویٰ کون تسلیم کرسکتا ہے کہ ان میں روحیں بھی پھونکی نہ گئی تھیں پھر بھی ان میں سماعت تھی، گویائی تھی علم تھا اور شعور تھا۔ (۴) اس آیت میں تو انسان کی سرشت اور فطرت کا بیان ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔ (۵)۔

فِطْرَۃَ اللّٰہِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (۳۰/۳۰)	یہی اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اس کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہے یہی سیدھا دین ہے

اگر سماعت گویائی اور علم وشعور کی دلیل یہی ہے تو مندرجہ ذیل آیت سے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ (۳۳/۷۲)	ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ ان سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اور ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔

ان چیزوں میں بھی جو جمادات ہیں آپ کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ "سماعت تھی، گویائی تھی اور علم وشعور تھا۔ حق تعالیٰ نے ان سے جو سوال کیا اس کو انھوں نے سنا۔ اس کا جواب دیا اور جواب علم کی بنیاد پر دیا"۔ (۶)

۳۔ موت کے بعد مردوں میں زندگی کا ثبوت آپ نے مندرجہ ذیل آیت سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا	یہاں تک کہ ان میں سے جب کسی کی موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے لوٹا دے امید ہے کہ

فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا - إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَ مِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (۲۳/۱۰۰)

میں نے جو کچھ چھوڑا ہے اس میں عمل صالح کروں گا ہرگز نہیں یہ تو ایک بات ہے جس کو وہ کہتا ہے اور ان مرنے والوں کے آگے اٹھائے جانے کے دن تک آڑ ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ ذکر اس حالت کا ہے جب دنیا چھوٹ چکی ہے، برزخ اس کے اور دنیا کے درمیان حائل ہو چکی ہے"۔

یہ صحیح نہیں جیسا کہ میں پہلے ثابت کر چکا ہوں، برزخ دنیا اور مردے کے درمیان حائل نہیں ہوتی بلکہ مردے اور قیامت کے درمیان حائل ہوتی ہے۔ جب آپ کی یہ بنیاد ہی غلط ہو گئی تو آگے جو ردّے آپ نے چڑھائے ہیں ان کے متعلق بحث کی ضرورت ہی نہیں رہی (۷)۔

دراصل یہ قول مُردوں کے مرنے کے وقت کا ہے نہ کہ مرنے کے بعد کا۔ (۸)۔ اسی مضمون کی وہ آیت ہے جو اس کے بعد آپ نے نقل کی ہے۔

وَأَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ۔ (۶۳/۱۰)

اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے۔ پھر وہ کہیگا کہ اے رب! کیوں نہ تو نے تھوڑے عرصہ تک مجھے مہلت دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیک بندوں میں سے ہو جاتا۔

اس کے بعد کی بھی آیات جو آپ نے نقل کی ہیں صریحاً موت ہی کی حالت کی ہیں نہ کہ موت کے بعد کی (۹)۔

۴۔ ثواب برزخ کے ثبوت میں آپ یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ

جن لوگوں کی جانیں فرشتے اس وقت نکالتے ہیں

يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۳۲/۱۶)

جب کہ وہ پاک ہوتے ہیں۔ ان سے کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو جنت میں داخل ہو اپنے ان کاموں کے بدلے میں جو تم کرتے تھے

یہی آیت مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے میرے جواب میں لکھی تھی۔ جس کو اپنے مضمون میں تفصیل کے ساتھ میں ثابت کر چکا ہوں کہ یہ دارِ آخرت کے متعلق ہے نہ کہ برزخ کے۔ پوری آیت یہ ہے

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۔ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۔ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (۳۲/۱۶)

اور بے شک آخرت کا گھر بہتر ہے، اور کیسا اچھا گھر ہے پرہیزگاروں کا۔ ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں وہ ان میں داخل ہوں گے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یونہی اللہ پرہیزگاروں کو بدلہ دیگا جن کی جانیں ملائکہ اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں کہیں گے کہ تمہارے اوپر سلامتی ہو تم اپنے عمل کے بدلہ جنت میں داخل ہو۔

یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی پرہیزگار جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور گنہگار دوزخ میں (۱۰) بلکہ یہ داخلہ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد ہوگا جس کی تصریح جابجا قرآن میں کی گئی ہے۔ سورۂ زمر میں ہے۔

ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْۗءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا

پھر دوبارہ نفخ صور ہوگا اور ایک دم وہ کھڑے ہو جائیں گے دیکھتے ہوئے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھیگی اور کتاب رکھی جائے گی اور انبیاء اور گواہ لائے جائینگے اور ان (حاضرین) میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائیگا۔ اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔ اور ہر شخص نے

مَا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۔ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا

جو کچھ کیا اس کو پورا پورا دیا جائے گا۔ اور اللہ اچھی طرح جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اور کفار ہانکے جائیں گے جہنم کی طرف گروہ ۔ گروہ۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ (۷۳/۳۹)

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں وہ جنت کی طرف گروہ گروہ لائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ وہاں آجائیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے تو اس کے نگہبان کہیں گے کہ تم پاک ہوئے جنت میں داخل ہو ہمیشہ کے لیے۔

آیت بالا میں متقیوں کے لیے دخول جنت اور کفار کے لیے دخول نار قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد ہے۔ اب جہاں قرآن میں یہ مضمون آئے گا اسی تصریح کے مطابق سمجھا جائے گا۔ اور یہی قرآن مجید کا دستور رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر وہ موت کے ساتھ ہی ساتھ جزا و سزا کا ذکر کر دیتا ہے جس کو وہ شخص جو قرآن فہمی کے اصول سے واقف ہے صاف صاف سمجھتا ہے کہ یہ قیامت کے دن کا حال ہے مگر جو شخص قرآن کے طرز بیان سے آشنا نہیں وہ اس کو اسی وقت پر محمول کرتا ہے اور غلطی کھا جاتا ہے۔ (۱۱)

۵۔ موت کے ساتھ ہی گنہگاروں کے جہنم میں داخل ہونے کا ثبوت آپ نے مندرجہ ذیل آیت سے پیش کیا ہے۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۔ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (۲۸/۱۶)

وہ جن کی جانیں فرشتے اس حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے تو وہ صلح (کی طرح) ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو کوئی برائی نہیں کرتے تھے۔ ہاں اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔ سو تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو ہمیشہ اس میں رہو گے۔

لیکن تعجب ہے کہ آپ نے یہ نہ دیکھا کہ اس آیت میں تو صاف صاف قیامت کے دن کی تصریح ہے۔ پوری آیت یہ ہے۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔

پھر اللہ ان کو قیامت کے دن رسوا کرے گا اور کہے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ شرکا جن کے بارے میں تم ضد کرتے تھے۔ جن کو علم دیا گیا ہے۔ وہ کہیں گے کہ آج کے دن رسوائی اور برائی ہے ان کافروں پر جن کی جانیں فرشتے اس حالت میں نکالتے ہیں کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے تو وہ صلح (کی طرح) ڈالتے ہیں کہ ہم تو کوئی برائی نہیں کرتے تھے۔ ہاں! اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔ سو تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو ہمیشہ اس میں رہو گے

یہ تو آپ کی دلیل بالکل آپ کے مدعا کے خلاف اور میرے مدعا کے مطابق ہے۔ (۱۲)

۶۔ صـ ۴۴۳ سے صـ ۴۴۵ تک آپ نے مردوں کی روحانی زندگی کا جو فلسفہ بیان کیا ہے اور شہیدوں اور غیر شہیدوں کی موت کا یکساں اندازہ لگایا ہے، جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ وہی ہے جو مولانا سورتی علیہ الرحمۃ نے میرے جواب میں معارف میں تراشا ہے اور جن کی فلسفیانہ قابلیت سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ آپ نے ان سے بھی دو قدم آگے بڑھایا ہے اور لکھا ہے کہ

"تمام مرنے والوں کے لیے عرفی موت کے بعد بھی ایک روحانی زندگی ہے جس میں احساس، شعور، سمع اور گویائی وغیرہ قوتیں بدستور باقی رہتی ہیں۔"

یہ حقیقت میں محض قیاس آرائی ہے اور قرآن کے سراسر خلاف ہے۔ قرآن نے شہیدوں کے متعلق تصریح

کی ہے کہ :-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ (۲۲/۵۴)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

اور غیر شہیدوں یہانتک کہ ان بزرگوں کے متعلق جن کو مشرکین پوجتے ہیں فرمایا ہے۔

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (۲۱/۱۶)

مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں اور ان کو پتہ نہیں ہے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

یعنی ان کو صرف اموات کہنے پر اکتفا نہ کی بلکہ غیر احیا کہہ کر ظاہر کر دیا کہ حیات کا مطلقاً کوئی شائبہ ان میں باقی نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ شعور کی بھی ان سے نفی کر دی (۱۳)۔ مندرجہ ذیل آیات میں ان کی غفلت یعنی عدم علم اور عدم سماع کی بھی تصریح ہے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (۵/۴۶)

اس سے بڑھکر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہیں دینے کے اور وہ ان کی پکار سے بیخبر ہیں۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ (۱۴/۲۲)

اور اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اگر تم ان کو پکاروگے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے۔

قرآن کی ان کھلی ہوی تصریحات کے ہوتے ہوے غیر شہید مُردوں میں زندگی شعور سمع اور گویائی تسلیم کرنا اور پھر ان کی حالت کو شہیدوں کے ساتھ یکساں اندازہ کرنا دراصل قرآن کا انکار ہے جس سے ایک مسلمان کو لرزنا چاہیے۔ (۱۴)۔

۷۔ اب اس آیت کو لیجیے۔

وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّھُمُ اللّٰہُ رِزْقًا حَسَنًا۔ (۵۸/۲۲)	اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ قتل کیے گئے یا مر گئے تو اللہ ان کو ضرور اچھی روزی دے گا۔
وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ (۱۵۸/۳)	اور خواہ تم مرو یا مارے جاؤ ضرور اللہ ہی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔

ان آیتوں میں آپ نے حاشیہ لکھا ہے کہ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام صالحین کے ساتھ ایک ہی معاملہ ہوتا ہے اور اس میں شہید اور غیر شہید کا کوئی فرق نہیں۔ یہی آیتیں معارف والوں نے بھی استدلال میں پیش کی تھیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ بحث اس امر میں تو نہیں ہے کہ صالحین کو رزق حسن نہیں ملے گا یا یہ کہ وہ اپنے رب کے پاس محشور نہیں ہوں گے۔ مدار بحث تو برزخ ہے اس کے خلاف ان میں سے کیا دلیل نکلی؟ پہلی آیت میں شہیدوں اور غیر شہیدوں کے صرف نتائج بیان کیے گئے ہیں ان کے اوقات کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ ان کی تصریح دوسری آیت میں ہو چکی ہے کہ شہیدوں کو مرنے کے بعد ہی زندگی اور رزق حسن مل جاتا ہے اور غیر شہید صالحین کو قیامت کے دن ملے گا۔(۱۵) یہی صورت دوسری آیت کی ہے جس میں شہیدوں اور غیر شہیدوں کے حشر کی تصریح کی گئی ہے جس پر ہر مسلمان ایمان رکھتا ہے اور کبھی اس سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میرے معترضین کو غلط فہمی اس وجہ سے ہوئی ہے کہ وہ قرآن کریم کے اس اصول سے آشنا نہیں ہیں کہ وہ مختلف امور کو مختلف آیات اور مقامات میں طے کرتا ہے۔ ایک ہی آیت میں ہر چیز کا فیصلہ نہیں کر دیتا۔

۸۔ سورہ یٰسین میں ایک مومن کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ جونہی اس نے اپنے ایمان کا اعلان کیا اور کہا۔

اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ (۲۵/۳۶)	سن رکھو کہ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا۔

اسی وقت اس کی قوم نے جو کافر تھی اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بارے میں ہے۔

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۔ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ اس سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ اس نے کہا
يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ کاش میری قوم کو علم ہوتا اس کا جو اللہ نے میری مغفرت
مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ (۲۶/۳۶) کی اور مجھے معززین میں شامل کر دیا۔

میں نے اس شخص کو شہید لکھا ہے۔ اس پر آپ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ۔

"قرآن میں اس شخص کے مارے جانے کا ذکر نہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے قتل کر دیا گیا تھا۔ جو شخص روایات کو ظنی اور ناقابل اعتبار سمجھتا ہو اس کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ اس شخص کو جنت میں داخل ہونے کا حکم مرنے کے بعد دیا گیا"

یہی مطالبہ مجھ سے مدیر صاحب معارف کا ہے کہ تم قرآن سے اس کو شہید ثابت کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ میں نے جو اس مومن کو شہید قرار دیا ہے تو قرآن ہی کی بنا پر قرار دیا ہے نہ کہ روایات پر۔ کیونکہ قرآن سے اس کے شہید ہونے کا ثبوت بالکل کھلا ہوا ہے۔ اس لیے کہ قرآن میں شہیدوں کی دو خصوصیتیں بتائی گئی ہیں ایک تو "عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ" اور دوسری، فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یعنے جو کچھ اللہ نے اپنی مہربانی سے ان کو دیا ہے اس پر مسرور ہیں سورہ یٰسین کے مرد مومن کے لیے کہا گیا ہے "اُدْخُلِ الْجَنَّةَ" جو "يُرْزَقُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ" کی تفسیر ہے اور پھر اس نے مسرور ہو کر کہا کاش میری قوم جانتی جو اللہ نے میری مغفرت کی اور مجھے سربلندوں میں شامل کیا" یہ دوسری خصوصیت کا مفہوم ہے۔ اب چونکہ شہیدوں کی دونوں خصوصیات اس میں پائی گئیں اس لیے قرآن سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ وہ شہید تھا۔ (۱۶)

حاشیہ میں آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ "جو شخص حدیث کو ناقابل اعتبار سمجھتا ہو" میری نسبت

یہ صحیح نہیں ہے میں حدیثوں کو تاریخی حد تک قابل اعتبار سمجھتا ہوں بشرطیکہ اس کی صحت کے شواہد موجود ہوں۔

یہاں یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اصولاً آپ حضرات کا یہ مطالبہ مجھ سے صحیح نہیں تھا۔ اس لیے کہ جو شخص حدیثوں کو دینی حیثیت سے قابل احتجاج سمجھتا ہو اس کے اوپر اس سے حجت لائی جا سکتی ہے اور اس کو اس کی قبولیت سے انکار کا حق نہیں پہونچتا۔

۹۔ ص۲۴۷ میں حاشیہ میں آپ لکھتے ہیں کہ

"صالحین و ابرار کے نام اس دفتر میں لکھے جاتے ہیں جو علیین کے لیے مخصوص ہے اور فاسقین و فجار کے نام سجین کے دفتر میں مندرج ہوتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ نفوس فنا ہو جاتے ہیں اور صرف رجسٹر میں نام رہ جاتے ہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کی روحیں علیین و سجین میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ مدرسہ میں بچہ کا نام لکھا گیا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ بچہ غائب ہو گیا اور صرف اس کا نام رجسٹر میں رہ گیا"

"اِنَّ کِتَابَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ" کا یہ ترجمہ کہ ابرار کے نام اس دفتر میں لکھے جاتے ہیں جو علیین کے لیے مخصوص ہے عربیت کے لحاظ سے کس قدر عجیب ہے! پھر یہ کہنا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی روحیں بھی علیین و سجین میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اور زیادہ عجیب آخر یہ کس دلیل سے؟ کوئی آیت پیش کیجئے۔ قرآن میں تو صرف یہ ہے۔

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی قَالَ فرعون نے پوچھا کہ گذشتہ نسلوں کا کیا حال ہے؟ موسیٰ
عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ کِتَابٍ (۲۰ع۲) نے کہا کہ انکا علم میرے رب کے پاس نوشتہ میں ہے۔

قرآن تو صاف تصریح کر رہا ہے کہ گزشتگان کا علم رب کے نوشتہ میں مندرج ہے۔ پھر آپ اس سے

آگے بڑھکر یہ کہنے کا کیسے حق رکھتے ہیں کہ علم ہی نہیں بلکہ روحیں بھی اس میں داخل ہیں۔ اور حیرت یہ ہے کہ اس بحث میں جو خالص قرآن سے ہو رہی ہے آپ آیات کے بالمقابل دلیل بھی پیش کرتے ہیں تو دلیل تمثیلی جس کی کوئی منطقی حیثیت نہیں ہے۔ اور تمثیل بھی مردوں کی زندوں پر۔ (۱۷)

۱۰۔ آل فرعون کے عذاب نار کے متعلق میں نے قرآنی آیات سے ثابت کر دیا کہ "یعرضون" کے معنی حال کے نہیں لیے جا سکتے بلکہ استقبال کے ہیں جیسا کہ سورۂ احقاف میں ہے۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا (۲۶/۲۰)

اور جس دن کفار آگ پر پیش کیے جائیں گے ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنی لذتیں اپنی دنیاوی زندگی میں اٹھا چکے۔

یہ حیات اخروی کا معاملہ ہے جس میں جملہ کفار جس میں آل فرعون بھی داخل ہیں آگ پر پیش کیے جائیں گے بلکہ آل فرعون کے متعلق خصوصیت کے ساتھ دوسری جگہ تصریح موجود ہے کہ۔

يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ (۱۱/۹۸)

فرعون اپنی قوم کے آگے آگے آئے گا۔ قیامت کے دن اور ان کو آگ میں اتاریگا۔ (۱۸)۔

۱۱۔ صفحہ ۴۲۹ میں آپ نے میرے "غلط نظریے" گنائے ہیں جو آپ کے خیال میں یہ ہیں برزخ مطلق عالم ممات ہے۔ مردوں میں شعور احساس اور علم نہیں ہے اور وہ غافل ہیں۔ قرآن کی رو سے انسان کے لیے دو ہی موتیں ہیں اور دو ہی زندگیاں۔ برزخ کا زمانہ مردوں کو محسوس نہیں ہوتا لیکن در اصل یہ میرے نظریے نہیں ہیں بلکہ قرآن کی کھلی ہوئی تصریحات ہیں جن کو ایک ایک کر کے میں نے اپنے مضمون میں درج کر دیا ہے اور اس جواب میں بھی ۲۶ میں لکھدیا ہے۔ اب اس پر سوائے اس کے میں کیا کر سکتا ہوں کہ یہ آیت پڑھوں (۱۹)۔

فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ

حقیقت میں وہ تجھے نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ یہ ظالم

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (۲۳/۶)۔ — اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

۱۲۔ ص ۴۵ میں ان آیات کے متعلق جو میں نے اس امر کو ثابت کرنے کے لیے پیش کی ہیں کہ قرآن میں سوائے دنیا اور آخرت کے عذاب و ثواب کے برزخ کے عذاب یا ثواب کا کبھی نام تک نہیں آیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ۔

"ان آیات میں کہیں برزخ کی روحانی زندگی اور اس کے عذاب و ثواب کی نفی نہیں کی گئی ہے۔"

سوال یہ ہے کہ کیا عدم نفی سے بھی کوئی دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے؟۔ میں نے تو متعدد قرآنی دلائل سے برزخ کی روحانی زندگی اور اس کے عذاب و ثواب کے عدم امکان کو ثابت کر دیا ہے پھر عدم نفی کا سوال کہاں باقی رہا۔ (۲۰)

آخر میں آپ نے شہیدوں کے ثواب سے جو برزخ کا ثواب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ بالکل بے محل ہے کیونکہ ہماری بحث برزخ کے متعلق ہے شہیدوں کو ہم نے قرآنی دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ برزخ یعنی آڑ میں نہیں ہیں بلکہ اپنے رب کی حضوری میں ہیں۔ (۲۱)۔

۱۳۔ ص ۴۴ میں آپ نے بھی عذاب برزخ پر وہی دلیل پیش کی ہے جو مدیر معارف نے بڑے شدومد سے لکھی ہے یعنی۔

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (۱۰۱/۹)۔ — ہم ان کو دو بار عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اس دو بار عذاب میں سے ایک کو آپ حضرات دنیا کا عذاب قرار دیتے ہیں اور ایک کو برزخ کا۔ اس پر آپ کی دلیل کیا ہے؟ قرآن میں تو برزخ کا لفظ نہیں ہے۔ یہ استدلال حقیقت میں اسی وقت ہو سکتا ہے جب پہلے سے عذاب برزخ کا یقین ہو۔ اسی سورہ میں ہے۔

اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ (۱۲۵/۹)
کیا نہیں دیکھتے کہ ہر سال وہ ایک بار یا دو بار فتنے میں ڈالے جاتے ہیں۔ پھر بھی باز نہیں آتے۔

جب اللہ ہر سال ان کو ایک دو بار فتنہ میں ڈالتا ہے تو کیا زندگی میں دو بار عذاب نہیں دے سکتا۔ پھر کیسے ثابت ہوا کہ دوسرا عذاب برزخ میں ہوگا۔ اس قسم کی دلیلیں پیش کرنے سے جن کو خود اپنے نفس میں سوچکر انسان سمجھ سکتا ہے کہ ان سے مدعا ثابت نہیں ہوتا محض بیکار دلائل کی تعداد بڑھاتا ہے اور کچھ نہیں۔ (۲۲)۔

جواب بحث

سلہ۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ مردہ پھر دنیا میں آسکتا ہے؟ اصل آیت پر تو غور کیجیے۔ مرنے والا دنیا میں واپس آنا چاہتا ہے۔ اس کے جواب میں ارشاد ہو رہا ہے کہ "ہرگز نہیں۔ اب واپسی نہیں ہوسکتی اس لیے کہ اس کے آگے برزخ ہے' اس دن تک کے لیے جب کہ سب مردے اٹھائے جائیں گے" کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ برزخ جس طرح مردے اور قیامت کے درمیان حائل ہے اسی طرح مردے اور دنیا کے درمیان بھی ہے؟ مگر غضب تو یہ ہے کہ آپ آیت کے الفاظ ہی پر نہیں، خود اپنے الفاظ پر بھی غور نہیں فرماتے۔ آپ خود فرما رہے ہیں کہ "برزخ کے دونوں حدود متعین کر دیے گئے ہیں کہ وہ مرنے والے کی موت سے لیکر حشر تک ہے"۔ اس کے صاف معنی اسی کہ برزخ کی ابتدائی حد انسان کی دنیوی موت ہے اور آخری حد آخرت کی زندگی۔ جب آخری حد میت اور حیات اُخروی کے درمیان آڑ ہے تو ابتدائی حد میت اور حیات دنیوی کے درمیان آڑ کیسے نہ ہوئی؟

(۲) ہم بھی مانتے ہیں کہ قیامت کے دن سب کی یکجا حاضری ہوگی اور اس لیے ہوگی کہ سب کے اعمال کا حساب لے کر ان کا فیصلہ کیا جائے لیکن اس مجموعی حاضری کے ذکر سے یہ نتیجہ آپ نے کیسے نکال لیا کہ اس سے پہلے فرداً فرداً باوقات مختلفہ جو لوگ مرتے رہتے ہیں وہ خدا کے پاس حاضر نہیں ہوتے اور اپنے رب کی حضوری سے آڑ میں رکھے جاتے ہیں؟ آپ نے اس نظریہ پر ایک بہت بڑی عمارت اٹھائی ہے لیکن قرآن اس نظریہ کی تائید نہیں کرتا۔ اس کا بیان تو یہ ہے کہ ہر نفس اپنی مدت حیات ختم کر کے خدا کی طرف پلٹتا ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا مرجع ہی نہیں ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (۲۹ : ۶) هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (۱۰ : ۶) جو شخص مرتا ہے وہ خدا ہی کے پاس جاتا ہے کہیں اور نہیں جاتا موت بجز اس کے کچھ نہیں کہ خدا نے جس جان کو جسم میں ڈالا تھا اسے وہ واپس لے لیتا ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى (۳۹ : ۵) یہ جان جب جسم سے نکلتی ہے تو خدا ہی کے پاس جاتی ہے قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (۳۲ : ۱) لہٰذا اس خیال کی کوئی حقیقت نہیں ہے کہ روحیں وفات پانے کے بعد اپنے رب کی حضوری سے آڑ میں رکھی جاتی ہیں۔

(۳) ایک ہی سطر اوپر جو کچھ آپ فرما چکے ہیں، یہ بات اس کے خلاف ہے جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ اور اس کی ہم معنی آیات کا اگر وہی مفہوم ہے جو آپ بیان فرما رہے ہیں، تو اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ قیامت سے پہلے کسی کی بھی پیشی نہ ہو اس لیے کہ ان آیات میں جو کچھ کہا گیا ہے، کلّیت کے ساتھ کہا گیا ہے، اور اس کلی حکم میں کسی کا استثناء نہیں کیا گیا ہے۔ پھر جب آپ کے اعتقاد کے مطابق یہ کلیہ بن گیا کہ پروردگار کے سامنے حاضری کا دن قیامت ہے اور اس سے پہلے حاضری نہیں ہو سکتی، تو قیامت سے پہلے شہداء کا "عِنْدَ رَبِّهِمْ" پہنچ جانا یقیناً اس کے خلاف ہوگا۔ اگر

فی الواقع اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا وہی مقصود ہوتا جو آپ نے اس کی طرف منسوب کیا ہے تو جہاں جہاں یہ کلّی حکم بیان کیا گیا ہے وہاں اِلَّا الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یا کچھ اور کہکر شہدار کا استثنار ضرور کر دیا جاتا۔

(۴) "ان میں روحیں بھی پھونکی نہ گئی تھیں" یہ الفاظ قابل غور ہیں۔ آپ نے میری جو عبارت خود نقل کی ہے اس کو پھر غور سے پڑھیے اور دیکھیے کہ کیا اس کا وہی مفہوم ہے جو آپ نے سمجھا ہے؟ میرا تو واضح مطلب یہ ہے کہ جب روحیں جسموں میں پھونکی نہ گئی تھیں اس وقت بھی وہ اس معنی میں مردہ نہ تھیں کہ ان میں سمع و نطق اور علم و شعور نہ تھا، بلکہ اس حالت میں انسان پر موت کا لفظ صرف اس معنی میں بولا گیا ہے کہ اس کی روح اس کے جسد سے علیٰحدہ تھی، روح بجائے خود زندہ ہے۔ اس میں کسی اور روح کے پھونکے جانے کی ضرورت نہیں۔ خود جسم میں بھی زندگی نفخ روح ہی سے ہوتی ہے۔ سمع و بصر، نطق و شعور دراصل روح کے اوصاف ہیں نہ کہ جسم کے جسمانی اعضار تو روح کے لیے محض آلات ہیں جن سے اس کے اوصاف کا ظہور ایک خاص طور پر ہوتا ہے۔ اگر یہ آلات نہ ہوں تب بھی روح ایک دوسرے طور پر دیکھ اور سن سکتی ہے، بول اور سمجھ سکتی ہے۔ دیکھنا، سننا، بولنا اور سمجھنا اگر صرف جسمانی کان، آنکھ، دماغ اور زبان پر منحصر ہو، اور ان کے بغیر یہ اوصاف کسی میں متحقق نہ ہو سکتے ہوں، تو آپ خدا کے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں؟ وہ آلات جسمانی رکھتا ہے؟ یا آلات کے بغیر ان اوصاف سے عاری ہے؟

(۵) قرآن مجید کے صاف الفاظ یہ ہیں کہ بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی ذرّیت نکالی گئی، اللہ نے ان کے اوپر خود انہی کو گواہ بنا کر پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا ہاں ہم گواہی دیتے ہیں۔ یہ ایک دوسرا سوال ہے کہ ذرّیت کے نکالے جانے، اور اللہ تعالیٰ سے ان کا سوال و جواب ہونے کی کیفیت کیا تھی۔ لیکن اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے اتنا صاف ظاہر ہوتا ہے

کہ کسی نہ کسی طور پر ذریت نکالی گئی، اور اس سے سوال و جواب ہوا۔ اگر بات صرف اتنی ہوتی کہ اللہ کی معرفت انسان کی سرشت میں رکھدی گئی ہے، تو اس مفہوم کو واضح طور پر ادا کرنے کے لیے ایسے الفاظ استعمال نہ کیے جاتے جن کا واضح مفہوم یہ نہیں ہے۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے پاس معانی کو ادا کرنے کے لیے الفاظ کا اتنا ذخیرہ بھی نہیں جتنا خود آپ کے پاس ہے؟ یا آپ کا یہ خیال ہے کہ نعوذ باللہ حضرت حق کو کچھ پیچیدہ زبان ہی میں بات کرنے کی عادت ہے۔

(۶) بعید نہیں کہ سمٰوٰت وارض اور پہاڑوں میں بھی ایک طرح کی حیات ہو جس کا علم ہمکو نہ ہو۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام بھی کرتا ہو جس کی کیفیت ہم سمجھنے سے قاصر ہوں۔ ہمارا اور آپ کا علم اور اس کے ذرائع محدود ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی قدرت غیر محدود ہے۔ ہم جن چیزوں کو مردہ، اور نطق و گویائی سے بالکل عاری سمجھتے ہیں، ضروری نہیں کہ وہ حقیقت میں بھی ایسی ہی ہوں اور اگر وہ ایسی ہوں بھی تو اللہ ہر وقت ان کو سمع اور گویائی کی قوت بخش سکتا ہے۔ کان اور آنکھیں اور کھالیں جن کو آپ گویائی کے ناقابل پاتے ہیں، یہی ایک وقت انسان کے خلاف گواہی دیں گی، اور جب انسان اس پر تعجب کریگا تو وہ کہیں گی کہ اَنۡطَقَنَا اللّٰہُ الَّذِیۡۤ اَنۡطَقَ کُلَّ شَیۡءٍ (ہم کو اس خدا نے گویا کر دیا ہے جس نے ہر چیز کو گویا کیا۔ (۴۱: ۲۰)۔ زمین و آسمان کی اشیاء میں سے بہت سی چیزیں جن کے اندر آپ کے نزدیک حیات کا شائبہ تک نہیں، اللہ کی تسبیح کرتی ہیں، مگر آپ کے پاس وہ ذرائع نہیں جن سے آپ ان کی تسبیح سن اور سمجھ سکیں۔ وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ وَلٰکِنۡ لَّا تَفۡقَہُوۡنَ تَسۡبِیۡحَہُمۡ (کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد میں تسبیح نہ کرتی ہو، مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔ ۱۷: ۵) اس مردہ زمین اور ان بے جان سمٰوٰت کے متعلق آپ یہ گمان کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ انھوں نے بھی کبھی خدا سے کلام کیا ہوگا۔ لیکن خدا ان سے کلام کر چکا ہے اور یہ اس کو جواب دے چکے ہیں۔ ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَہِیَ

دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ (۴۱: ۲)
آپ ان سب کی تاویل کر سکتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کے جس سچے اور کامل علم کے ساتھ کلام فرماتا ہے وہ علم ہم کو حاصل نہیں ہے، اور اپنے ناقص و محدود علم کی بنیاد پر ہم اس کے کلام کی جو تاویلات کرتے ہیں ان کی حقیقت اندھیرے میں نشانہ بازی کرنے سے کچھ بھی زیادہ نہیں
(۷) اس سے پہلے ۱۰ میں اس بنیاد کو پھر مستحکم کیا جا چکا ہے، لہٰذا میرے چڑھائے ہوئے ردّے بدستور قائم ہیں۔

(۸) مُردہ کہہ رہا ہے کہ پروردگار مجھ کو واپس کر دیجیے۔ امید ہے کہ میں جو کچھ چھوڑ چکا ہوں اس میں نیک عمل کرونگا" اللہ فرما رہا ہے کہ "ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہے جو تو کہہ رہا ہے۔ اب تیرے آگے ایک آڑ ہے اس دن تک جب کہ سب مردے اٹھائے جائیں گے"۔ لیکن آپ فرما رہے ہیں کہ نہیں مردہ ابھی وہیں ہے، جہاں وہ واپس آنے کی استدعا کر رہا ہے، اور ابھی اس نے وہ چیز چھوڑی نہیں ہے جس میں وہ نیک عمل کرنے کی امید رکھتا ہے، اور ابھی وہ آڑ حائل نہیں ہوئی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں واپس کرنے سے انکار کر رہا ہے۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ ہم آپ کی بات مانیں یا اللہ کی اور اس شخص کی جس پر خود یہ کیفیت بیت رہی ہے؟

(۹) بلاشبہ بعض آیات کی آپ یہ تاویل بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ کی یہ تاویل کرنا کہ یہ گفتگو قبض روح کا فعل پورا ہونے سے پہلے کی ہے تاویل کی حد سے گذر کر تحریف کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ لفظ تَوَفَّاهُمُ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ قبض روح کا فعل پورا ہو چکا اور میت سے فرشتوں کی گفتگو اس کے بعد ہوئی۔

(۱۰) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متقین کا انجام بیان کرتے ہوئے پہلے وہ انعامات بیان کیے ہیں جو دار آخرت میں ان پر ہونگے، پھر یہ بتایا ہے کہ ایسے لوگوں پر خدا کے انعامات اسی وقت سے

شروع ہو جاتے ہیں جب ان کی روحیں قبض کی جاتی ہیں، اور خدا کی طرف سے اس کے فرشتے اسی وقت ان کو سلامتی اور دخول جنت کا مژدہ سنا دیتے ہیں۔ تَتَوَفّٰهُمْ کے بعد ہی يَقُولُونَ کہنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قبض روح کے ساتھ ہی ملائکہ یہ بات پرہیزگار لوگوں سے کہدیتے ہیں۔ اگر قبض روح کا فعل اس وقت ہو، اور ملائکہ کی یہ گفتگو قیامت کے وقت، تو اس مضمون کو ادا کرنے کے لیے وہ انداز بیان نہیں ہو سکتا جو قرآن مجید میں اختیار کیا گیا ہے۔ غالباً یہاں آپ پھر اپنے اس نظریے سے کام لیں گے کہ موت اور قیامت میں فصل زمانی نہیں ہے اور مردے کے لیے قبض روح کا فعل اور قیامت کے دن ملائکہ کی یہ گفتگو دونوں گویا ایک ہی وقت میں ہوتے ہیں لیکن اس نظریے سے آپ میرے مقابلہ میں اس وقت تک کوئی کام نہیں لے سکتے جب تک آپ میرے اُن اعتراضات کو رفع نہ کر دیں جو میں نے اس نظریے پر کیے ہیں۔ جو چیز میرے نزدیک مسلم ہی نہیں ہے اس سے آپ میرے مقابلہ میں استدلال کیسے کر سکتے ہیں؟

(۱۱) جو لوگ قرآن فہمی کے اصول سے واقف ہیں وہ قیامت کے حال کو قیامت کا حال اور برزخ کے حال کو برزخ کا حال سمجھتے ہیں۔ قرآن کے صاف وصریح بیان کے باوجود برزخ کے حال کو قیامت کا حال سمجھنا قرآن فہمی نہیں ہے۔

(۱۲) اس آیت کی بھی وہی تاویل ہے جو نمبر ۱۰ میں بیان کی گئی ہے۔ یہاں ظالمین کے عذاب آخرت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ یہ عذاب ان پر قبض روح کے وقت ہی سے شروع ہو جائیگا وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰۤئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ (۸ : ۷) اور وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰۤئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ (۶ : ۱۱) سے اس تاویل کی تائید ہوتی ہے کہ ظالمین پر قبض روح کے وقت ہی سے سختیاں شروع ہو جاتی ہیں۔

(۱۳) مقتولین فی سبیل اللہ کے حق میں موت کی نفی اور حیات کے اثبات کی اصل غرض میں بیان کرچکا ہوں۔ مشرکین کے معبودوں کے حق میں حیات کی نفی اور موت کے اثبات کی غرض بھی ظاہر ہے۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ تم قادر مطلق خدا کو چھوڑ کر ان بے چاروں کو کیا پکارتے ہو جو کسی چیز کو پیدا کرنے پر قادر نہیں ہیں، اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے ان کو اموات غیر احیاء کہنے کی غرض صرف ان کی بے چارگی اور عدم قدرت پر زور دینا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر وہ زندہ بھی ہوں تب بھی ان میں نہ کسی شئے کو خلق کرنے کی قدرت ہوسکتی ہے اور نہ ان کے پاس یوم البعث کا علم ہوسکتا ہے۔ اس قسم کی آیات سے آپ شہداء اور غیر شہداء کی موت و حیات کے درمیان کوئی اصولی فرق ثابت نہیں کرسکتے۔ شہداء کو زندہ کہنے کا مطلب اگر آپ یہ لیتے ہیں کہ عرف عام میں جس کو موت کہتے ہیں وہ ان پر طاری نہیں ہوتی تو ان کو دفن کرنا، اور ان کا ترکہ تقسیم کرنا اور اُن کی بیویوں کا نکاح ثانی کرنا سب کچھ ناجائز ہوگا۔ لیکن اگر آپ تسلیم کرتے ہیں کہ جسمانی موت ان پر طاری ہوتی ہے، اور جس زندگی کا ان کے لیے اثبات کیا گیا ہے، وہ جسمانی نہیں بلکہ روحانی زندگی ہے، تو آپ نے گویا یہ تسلیم کرلیا کہ قرآن مجید میں موت کا لفظ اس چیز کا مترادف نہیں ہے جس کو آپ مطلق ممات کہتے ہیں، اور جسمانی حیات کے سوا بھی کسی زندگی کو قرآن لفظ حیات سے تعبیر کرتا ہے۔ برزخ میں تمام مردوں کے لیے جو زندگی ہم ثابت کررہے ہیں وہ یہی زندگی ہے، اور آپ قرآن مجید سے کوئی ایسی آیت پیش نہیں کرسکتے جو اہل برزخ کے حق میں اس زندگی کی نفی کرتی ہو۔

(۱۴) قرآن کے انکار سے تو ہم ضرور لرزتے ہیں، مگر کسی انسان کے مزعومات سے انکار کرنے میں ہم کو لرزنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ آپ جو آیتیں اس وقت پیش فرمارہے ہیں اور جو اس سے پہلے پیش کرچکے ہیں، وہ زیادہ سے زیادہ یہی ثابت کرتی ہیں کہ اہل برزخ دنیا والوں کی باتیں نہ سن سکتے ہیں نہ ان کو جواب دے سکتے ہیں، اور نہ ان کے احوال سے واقف ہیں۔ اس کے

بعد یہ آپکا اپنا اضافہ ہے کہ اہل برزخ جب دنیا والوں سے بات چیت نہیں کر سکتے اور ان کے حالات کا علم نہیں رکھتے تو ان میں سرے سے بولنے اور سننے اور علم رکھنے کی قوت ہی نہیں ہے۔ قبل اس کے کہ آپ اپنے اس اضافے پر ہم کو ایمان لانے کی دعوت دیں، آپ کو قرآن سے اس کا ثبوت دینا چاہیے کہ اہل برزخ فی انفسہم سننے اور بولنے اور علم رکھنے کی قوتوں سے محروم ہیں۔ ورنہ جس طریقے سے آپ استدلال کر رہے ہیں، اس کی پیروی کر کے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ دہلی کی ساری آبادی مطلق عالم ممات میں ہے، کیونکہ وہ نہ حیدر آباد والوں کی باتیں سن سکتی ہے، نہ ان کو جواب دے سکتی ہے، نہ اُن کے احوال کا علم رکھتی ہے۔

ثانیاً آپ نے غور نہیں فرمایا کہ شہیدوں کے حق میں عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ کی جو تخصیص آپنے کر دی ہے اس کو یہ دونوں آیتیں تمام ان لوگوں کے حق میں عام کر رہی ہیں جو خدا کی راہ میں ہجرت کرتے ہیں تیا دین کی خدمت کرتے ہوئے وفات پاتے ہیں۔ جن آیات میں صرف مقتولین فی سبیل اللہ کے مدارج کا ذکر ہے ان میں یہ تو نہیں کہا گیا ہے کہ یہ مدارج انہیں کے لیے مخصوص ہیں، کسی دوسرے کو نہیں مل سکتے۔ لیکن جب وہاں اس کی نفی نہیں ہے، اور یہاں مقتولین اور غیر مقتولین دونوں کے مدارج کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے، تو ظاہر ہو گیا کہ خدا کے پاس حاضر ہونے، اور پسندیدہ منازل میں داخل کیے جانے اور عمدہ رزق پانے میں ان دونوں کے درمیان کسی قسم کا تقدم و تاخر نہیں ہے۔ تقدم و تاخر کا حکم آپ نے صرف اس بنا پر نکال لیا ہے کہ ایک گروہ کو اموات کہا گیا ہے اور دوسرے کو احیاء۔ لیکن ہم ثابت کر چکے ہیں کہ جسمانی موت کے اعتبار سے دونوں اموات ہیں۔ اور روحانی حیات کے اعتبار سے دونوں احیاء۔ البتہ ایک بڑی مصلحت سے مقتولین فی سبیل اللہ کو مردہ کہنے کی ممانعت کی گئی ہے اور ان کی حیات روحانی کا اثبات کیا گیا ہے، جس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ حیات روحانی صرف شہداء کے لیے مخصوص ہے، اور ان کے سوا تمام انبیاء و صدیقین و صالحین

اس زندگی سے بالکل محروم ہیں۔

(۱۶) آپ نے یہ کیوں نہ سمجھا کہ اس سے قیامت کے روز ایسا کہا جائے گا، اور اسی روز وہ مسرور بھی ہوگا؟ آپ برزخ کا غیر زمانی ہونا تو ثابت کر ہی چکے ہیں۔ اور حَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَذَابِ اور اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا میں ماضی کو مستقبل کا ہم معنی بھی قرار دے چکے ہیں۔ ان مراحل کو طے کر لینے کے بعد تو آپ کے لیے کوئی وجہ نہ تھی کہ اس مرد صالح کو شہید قرار دینے کے لیے اتنا تکلف کرتے۔

(۱۷) عربیت کے لحاظ سے علیّین کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ یا تو اس سے مراد منازل عالیہ ہیں یا ان منازل کے رہنے والے، مگر موخر الذکر معنی زیادہ صحیح ہیں۔ اس لیے کہ یہ جمع ناطقین کے لیے مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علیین کو کتاب مرقوم فرمایا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ علیین وہ دفتر ہے جس میں نیک لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ اسی طرح سجین کے بھی لغت میں دو معنی ہیں۔ قیدخانہ یا قیدی۔ کتاب کو سجین کہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی کتاب ہے جس میں قیدیوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ بات عربیت کے لحاظ سے آپ کو کیوں عجیب معلوم ہوئی؟ رہا یہ سوال کہ نام درج ہونے کے ساتھ ابرار و فجار کی روحیں بھی علیین و سجین میں داخل ہو جاتی ہیں، تو اس کا ثبوت قرآن میں موجود ہے حضرت ادریس کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (۱۹: ۴) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ادریس کا صرف نام ہی علیین میں نہیں لکھا گیا بلکہ ان کو ایک مقام بلند دے بھی دیا گیا۔ اسی طرح فجار و ظالمین کے متعلق بھی متعدد آیات نقل کی جا چکی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان منازل میں داخل ہو چکے ہیں جہاں ان کو عذاب دیا جاتا ہے اس مضمون کو سمجھانے کے لیے جو تمثیل دی گئی تھی وہ استدلال کے طور پر نہ تھی بلکہ محض تفہیم کی غرض سے تھی۔

(۱۸) اس کے متعلق مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے مضمون "برزخ کا ایک گوشہ" میں جو بحث فرمائی تھی، اس کو دیکھ کر مجھے امید تھی کہ آپ مطمئن ہو جائینگے لیکن اس کے جواب میں آپ نے اپنے مضمون "گوشۂ برزخ" میں جو کچھ فرمایا ہے اُسے دیکھ کر معلوم ہو گیا کہ جب انسان "ایک خاص خیال لیکر قرآن میں گھستا ہے" تو وہ آیات میں کیسے کیسے تصرفات کرتا ہے۔ آیت زیر بحث میں صاف طور پر پہلے سوء العذاب کا اور پھر اشدّ العذاب کا ذکر ہے، اور سوء العذاب کا حال بیان کرنے کے بعد قیام ساعت اور اشد عذاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر یہ سب کچھ قیامت ہی کا حال ہوتا اور ایک ہی عذاب کے متعلق ہوتا تو جو الفاظ آیت میں وارد ہوئے ہیں وہ بالکل خلاف بلاغت ہوتے لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ یہ نظریات قائم کر چکے ہیں کہ اہل برزخ میں حیات نہیں ہے، اور ان میں زمانہ کا احساس نہیں اور وہ کسی قسم کے عذاب یا ثواب سے اثر پذیری کی صلاحیت نہیں رکھتے اب جو آیت بھی آپ کے سامنے ایسی پیش کی جائے گی جو آپ کے ان نظریات کا ابطال کرنے والی ہو، اس کو دیکھ کر آپ اپنے نظریات میں ترمیم نہ کریں گے، بلکہ آیت کے صاف مفہوم کو ان نظریات ہی کے مطابق بنانے کی کوشش کریں گے۔

(۱۹) دلائل کا یہ جواب تو کوئی معقول جواب نہیں ہے۔ آپ کے نظریات پر میرا اصلی اعتراض تو یہی ہے کہ ان کی تائید میں آپ نے قرآن مجید کی تصریحات پیش نہیں کیں، اور جو آیات پیش کی ہیں وہ آپ کے نظریات ثابت نہیں کرتیں۔ برعکس اس کے میں نے خود قرآن ہی کی آیات پیش کر کے آپ کے ان نظریات کا ابطال کیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر آپ میرے جواب میں یہ آیت پڑھینگے تو مجھ کو بھی یہ آیت پڑھنی پڑے گی کہ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ۔ (۲ : ۹)۔

(۲۰) آپ نے میری پوری عبارت نقل نہیں کی۔ میں نے اس فقرے کے بعد یہ لکھا تھا کہ "ان میں دنیا

آخرت کے عذاب و ثواب کا ذکر اسی طرح ایک واقعہ کے طور پر کیا گیا ہے جس طرح بعض دوسری آیات میں برزخ کی زندگی اور اس کے عذاب و ثواب کا ذکر بطور واقعہ آیا ہے"۔ اس سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ جن آیات میں صرف دنیا اور آخرت کے عذاب و ثواب کا ذکر ہے ان سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ دنیا و آخرت کے سوا کسی جگہ عذاب و ثواب نہیں ہے، اس لیے کہ ان آیتوں میں کہیں اس امر کی تصریح نہیں کی گئی ہے کہ عذاب و ثواب صرف دنیا و آخرت میں ہے، اور ان دونوں کے بیچ میں نہیں ہے۔ رہے وہ "قرآنی دلائل" جن سے آپ نے برزخ کی روحانی زندگی اور اس کے عذاب و ثواب کا عدم امکان ثابت کیا ہے، تو ان دلائل کا قرآنی دلائل ہی ہونا ہمارے اور آپ کے درمیان زیر بحث ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ ہمارے اعتراضات رفع کر کے ان کا قرآنی دلائل ہونا ثابت کرتے، آپ اپنے دعوے ہی کو دلیل میں پیش فرما رہے ہیں۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اصطلاح منطق میں اس طرز استدلال کو کیا کہتے ہیں۔

(۲) شہداء کے مسئلہ میں آپ کے مسلک پر جو اشکال وارد ہوتا ہے اس کو آپ بے محل کہکر گریز کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ وہ نہ صرف برمحل بلکہ آپ کے خلاف ایک قوی اعتراض ہے۔ قرآن میں ایک طرف تمام مُردوں کے متعلق کہا ہے کہ وہ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے اور اسی روز ان کے اعمال کا فیصلہ ہوگا۔ دوسری طرف یہ بھی تمام مردوں کے متعلق کہا ہے کہ یوم البعث تک وہ برزخ میں ہیں۔ جہاں جہاں یہ دونوں باتیں کہی گئی ہیں وہاں کسی کے استثناء کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام مرنے والوں کی طرح شہداء بھی قیامت تک برزخ میں ہیں، اور قیامت سے پہلے ان کے لیے کوئی جداگانہ بعث نہیں ہے۔ اب جو قرآن کہتا ہے کہ وہ رب کی حضوری میں ہیں، اور ان کو رزق ملتا ہے تو لامحالہ یہ حضوری اور رزق اسی برزخ میں ہوگا۔ اس سے آپ کے تمام نظریے باطل ہو جاتے ہیں، یعنی اہل برزخ کا بالکل مردہ ہونا، رب کی حضوری سے آزاد رہنا اور عذاب و ثواب دونوں سے محفوظ اور محروم رہنا۔

(۲۲) جس طرح دلیل پیش کرنے سے پہلے خود اپنے نفس میں سوچ لینا ضروری ہے اسی طرح دلیل کا رد کرنے سے پہلے بھی انسان کو اپنے نفس میں سوچ لینا چاہیے۔ آپ نے جواب میں جو آیت پیش کی ہے۔ اس کے مضمون پر اگر آپ غور کر لیتے تو آپ کو خود معلوم ہو جاتا کہ اس سے آپکا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ اس آیت میں کہا گیا ہے کہ وہ ہر سال ایک بار یا دو بار فتنے میں ڈالے جاتے ہیں اب اگر سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ میں عذاب سے مراد یہی فتنہ میں ڈالنا ہے تو صرف مَرَّتَيْنِ (دوبارہ) کی قید لگانے کے کیا معنی؟ اس سے تو لازم آتا ہے کہ جن کے حق میں سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ کہا گیا ہے وہ زیادہ سے زیادہ ایک سال زندہ رہتے حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں جس چیز کو عذاب کہا گیا ہے وہ بعینہ وہ چیز نہیں ہے جسے دوسری آیۃ میں فتنہ کہا گیا ہے۔ بلکہ دراصل زندگی کے تمام فتنوں کا مجموعہ ایک مرتبہ کا عذاب ہے۔ اس سے متصل (اور اتصال پر حرف س دلالت کرتا ہے) دوسرا عذاب برزخ کا ہے، اور اس کے بعد عذاب عظیم سے مراد قیامت کا عذاب ہے۔

فضل فونٹن پن

سینیر ۶/۷ جونیر ۱۱/۰

نیا اسٹاک آچکا ہے

خوبصورت پائدار قیمت واجبی علاوہ اس کے سامان اسٹیشنری وکاغذ وغیرہ خط وکتابت سے طلب فرمائیے

فدا علی محمد علی تاجر کاغذ پتھر گٹی حیدرآباد دکن